ہادیِ اعظم صلی اللہ علیہ وسلم

پیدائش سے ہجرت تک

حصہ اوّل

ابو خالد

ترتیب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

بچوں سے

پیارے بچو! تمھارے ایک چچا میاں ابو خالد صاحب ہیں۔ سیرتِ پاکؐ پر ان کی کتاب تمھارے ہاتھ میں ہے۔ کتاب ہم نے بھی پڑھی، بہت اچھی لگی۔ خدا کرے تمھیں بھی پسند آئے اور حضورؐ کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق نصیب ہو۔

۲۲ر رمضان المبارک ۷۳ھ

افضل حسین

ساری تعریف اللہ کے لیے ہے، جو ہمارا پیدا کرنے والا اور اس دنیا کا اصل حاکم ہے۔ پھر درود و سلام اس پیارے نبیؐ پر، جس نے انسانوں کو سیدھا راستہ دکھایا اور اللہ تعالیٰ کے دین پر چلنا سکھایا۔

پیدائش

ہماری درس گاہ ربیع الاول میں پندرہ دن بند رہتی ہے۔ یہ مہینہ ہمارے لیے اور بھئی سچ پوچھو تو سارے انسانوں کے لیے کبھی نہ بھولنے اور ہمیشہ یاد رکھنے کا مہینہ ہے۔ اب سے کوئی چودہ سو سال پہلے اسی کی ۹ر تاریخ کو دوشنبہ کے دن فجر کے وقت، پیارے نبیؐ (ان پر درود و سلام) اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ مصر کے ایک عالم محمود پاشا فلکی نے حساب لگا کر بتایا ہے کہ انگریزی مہینے اپریل کی ۲۰ر تاریخ اور ۵۷۱ عیسوی تھا۔

اب سے چودہ سو سال پہلے عرب اور ساری دنیا کا کیا حال تھا۔ تمھیں معلوم ہو اور اس پر غور کرو، پھر یہ دیکھو کہ آپؐ نے اس بگڑی ہوئی دنیا کو کیسے سنوارا، تو تمھاری سمجھ میں آئے گا کہ یہ دن سارے انسانوں اور پوری دنیا کے لیے کتنا بڑا اور کیسی خوشی کا دن ہے۔

اور آج بھی جب کہ چاروں طرف لوٹ، مار، چوری، جھوٹ، فریب، شراب خواری، بے شرمی اور بدکاری کا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔ یہی ایک دن ایسا ہے، جو ہمیں ایک ایسی ہستی کی یاد دلاتا ہے، جو رہتی دنیا تک اندھیرے کو اجالے سے بدلتی رہے گی۔ دور دور پھیلی ہوئی تاریکی میں روشنی کا اکیلا مینار!!!

آپؐ پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا میاں عبد المطلب نے آپ کا نام محمد ﷺ رکھا۔ لوگوں نے پوچھا۔ یہ نام کیوں رکھا۔ بولے میں چاہتا ہوں میرے بیٹے کی ساری دنیا تعریف کرے۔ اللہ نے ان کی آرزو پوری کی۔

حلیمہ سعدیہ کی آغوش میں

دائی حلیمہ کے قبیلے کا نام بنی سعد تھا۔ اس لیے ان کو "حلیمہ سعدیہ" کہتے ہیں۔ پیارے نبیؐ کی امی جان نے آپ کو دودھ پلایا۔ کچھ اور عورتوں نے بھی۔ مگر سب سے زیادہ دنوں تک دائی حلیمہ نے آپ کو دودھ پلایا۔ شہر میں رہنے والے عرب اپنے بچوں کو پیدا ہوتے ہی دیہاتوں میں بھیج دیا کرتے تھے۔ شہروں میں بیماریاں پھیلی رہتیں۔ بچے ان سے محفوظ رہتے۔ کھلی ہوا میں خوب موٹے تازے، تندرست اور طاقت ور ہو جاتے۔ نڈر اور آزاد بنتے اور زوردار اچھی عربی زبان بولتے۔

آپ حلیمہ سعدیہ کے پاس تقریباً چار سال رہے۔ آپ حلیمہ اور ان کے بچوں کو بہت چاہتے تھے۔ نبی ہوئے تو حلیمہ، ان کے شوہر اور بچے سب مسلمان ہو گئے۔

امی جان کا سایہ سر سے اٹھ گیا

چار سال کی عمر سے امی جان کے پاس رہنے لگے۔ ۵۷۶ء، ۵۷۷ء میں جب آپ چھ سال کے تھے وہ آپ کو ساتھ لے کر مدینہ گئیں۔ وہاں سے واپسی میں بیمار پڑیں اور ان کا انتقال ہو گیا۔ مکے اور مدینے کے درمیان ایک جگہ ہے اس کا نام "ابواء" ہے وہیں دفن ہوئیں۔ ابو میاں آپ کی پیدائش سے پہلے مر چکے تھے۔ اب امی جان بھی چل بسیں۔ آپؐ یتیم ہو گئے۔

ام ایمن آپ کی کھلائی تھیں۔ وہاں سے آپ کو دادا میاں کے پاس لائیں۔ ان کو بہت دکھ ہوا۔ کیا کرتے۔ مرنا جینا خدا کے اختیار میں ہے۔ مرنا سب کو ہے۔ آئی ہوئی گھڑی کو کون ٹال سکتا ہے۔!!

بڑے ہو کر آپؐ ایک بار مقام "ابواء" سے گزرے۔ امی جان کی قبر دیکھ کر آپ کا دل بھر آیا۔ آپ کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر ساتھی بھی رونے لگے۔

دادا میاں کے ساتھ

دادا میاں آپؐ کو بہت پیار کرتے تھے۔ کعبے کے سائے میں ان کے لیے فرش بچھایا جاتا۔ اس پر تنہا وہی بیٹھتے۔ کسی دوسرے کو اجازت نہ تھی۔ پیارے نبیؐ چھوٹے سے تھے۔ آ کر اس

پر بیٹھ جاتے۔ لوگ چاہتے کہ گود میں اٹھا کر الگ بٹھلا دیں۔ دادا میاں روک دیتے۔ کہتے بیٹھنے دو۔ پھر سر اور پیٹھ پر ہاتھ پھیرتے اور پاس ہی بٹھلا لیتے۔

چچا ابو طالب کی نگرانی میں

آٹھ سال کے تھے کہ دادا جان کا بھی انتقال ہوگیا۔ مکے ہی میں ان کی وفات ہوئی۔ یہ ۵۷۸ء کا واقعہ ہے۔ مرتے وقت دادا میاں نے آپؐ کو چچا ابو طالب کے سپرد کیا۔ وہ آپ کے سگے چچا تھے، ایک ماں سے تین بھائی۔ ابو طالب، زبیر، اور پیارے نبیؐ کے ابو میاں عبداللہ۔

چچا ابو طالب بہت تنگ حال تھے۔ ان کے اپنے بھی بہت سے بچے تھے۔ پھر بھی وہ اپنے اچھے بھتیجے پیارے نبیؐ کو بہت پیار کرتے تھے۔ اپنے پاس سلاتے۔ جہاں جاتے اپنے ساتھ رکھتے۔

آپؐ نے بچپن میں بکریاں چرائیں۔ ایک بار آپ کے ساتھی جھربیریاں توڑ رہے تھے۔ آپ نے کہا۔ کالی کالی توڑتے جاؤ۔ بڑے مزے دار ہوتی ہیں یہ تب کا تجربہ ہے جب میں بکریاں چراتا تھا۔ ساتھیوں نے کہا۔

اے اللہ کے رسولؐ، آپ نے بکریاں بھی چرائی ہیں۔ بولے ہاں، میں نے بہت تھوڑی اجرت پر مکے والوں کی بکریاں چرائی ہیں۔

برے بچوں کی طرح بے کار کھیلوں میں آپ اپنا وقت نہیں خراب کیا کرتے تھے۔ ایسے کسی جلسے یا محفل میں آپ کو جانا گوارا نہ تھا، جہاں بے شرمی اور پھوہڑ پن کا چرچا ہو۔ آج کل جیسے کھیل تماشے تو خیر اس زمانے میں نہ تھے۔ مگر جو تھے بھی ان میں کبھی آپؐ نے شرکت نہ فرمائی۔ بے شک اچھے بچے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ آپ جیسا بچہ تو نہ ہوا، نہ آئندہ ہوگا۔ دنیا کے سارے اچھے بچوں کے لیے آپ کا بچپن مثال اور نمونہ ہے۔

نبی ہونے تک

فجار کی لڑائی

پندرہ سال کے تھے جب آپ فجار کی لڑائی میں شریک ہوئے۔ اس نام کی کئی لڑائیاں

ہوئی تھیں۔ آخری میں آپ بھی موجود تھے۔ اپنے چچاؤں کو تیر اٹھا اٹھا کر دیتے تھے۔ نبی ہونے کے بعد ایک بار اس لڑائی کا ذکر کرتے ہوئے آپ نے فرمایا۔ میں آج بھی نہیں سوچتا کہ میں شریک نہ ہوتا تو اچھا تھا۔ بات یہ ہے کہ اس بار زیادتی آپ کے خاندان کی جانب سے تھی۔

حلف الفضول

فجار کی لڑائی میں بڑی مار کاٹ ہوئی۔ بہت آدمی مارے گئے۔ اس کے کچھ دنوں بعد چند لوگ عبداللہ بن جدعان نامی ایک شخص کے مکان میں اکٹھا ہوئے۔ کھانا پینا ہوا۔ پھر سب لوگ سر جوڑ کر بیٹھے اور اقرار کیا۔ ''ہم ستائے جانے والوں کی مدد کریں گے۔ حق دار کو اس کا حق دلائیں گے۔ غریبوں کا دل رکھیں گے۔ محتاجوں کے کام آئیں گے۔''

عرب میں یہ اپنی قسم کا پہلا عہد تھا۔ جہاں لوٹ مار دن رات کا کھیل ہو۔ جہاں اپنی ناک اونچی رکھنے کے لیے، جھوٹی بڑائی کے واسطے سینکڑوں سال تک لڑائیاں ٹھنی رہتی ہوں۔ جہاں کم زوروں کو ستا کر لوگوں کے دل میں نرمی کی ایک لہر بھی نہ اٹھتی ہو۔ وہاں نیکی اور بھلائی کا ایسا پاک اور اچھا عہد۔ آپ بعد میں بھی اکثر فرمایا کرتے۔ عبداللہ بن جدعان کے مکان پر جو ''عہد'' ہوا تھا۔ ویسا عہد کوئی آج بھی کرے تو میں اس کے ساتھ ہوں اور اس اقرار کے بدلے کوئی مجھے سرخ اونٹ بھی دیتا تو میں ٹھکرا دیتا۔ سرخ اونٹ بہت قیمتی ہوتے ہیں۔ اس عہد کو تاریخ میں ''حلف الفضول'' کہتے ہیں۔

شام کا سفر

بی بی خدیجہؓ ایک دولت مند خاتون تھیں۔ لوگ ان کی بڑی عزت کرتے تھے۔ ان کا بڑا کاروبار تھا اپنے روپے سے لوگوں کو تجارتی سفر پر بھیجتیں۔ نفع میں ان کو شریک کر لیتیں۔ پیارے نبیؐ کی سچائی کا مکے میں بڑا چرچا تھا۔ لوگ آپ کو امین کہہ کر پکارتے تھے۔ آپ کی سچائی اور ایمان داری کا چرچا سنا تو بی بی خدیجہؓ نے خواہش کی کہ آپ ان کا مالِ تجارت لے کر سفر پر جائیں۔

پچیس سال کے تھے جب آپ بی بی خدیجہؓ کے غلام میسرہ کے ساتھ ۵۹۵ء میں شام

کے سفر پر روانہ ہوئے۔ آپ نے ایسی محنت، عقل مندی اور ایمان داری سے کام کیا کہ پہلے سے کہیں زیادہ نفع ہوا۔ بی بی خدیجہؓ پر اس کا بڑا اثر پڑا۔ وہ بہت خوش ہوئیں۔ جتنا وعدہ ہوا تھا اس سے زیادہ آپ کو دیا۔

نکاح

شام کے سفر سے لوٹے۔ میسرہ نے آپؐ کی ایمان داری، کاروبار میں ہوشیاری، سچائی، ہر ایک کے ساتھ ہمدردی، محبت اور انسانیت کا آنکھوں دیکھا حال بیان کیا۔ بی بی خدیجہؓ نے نکاح کا پیغام بھیجا۔ آپؐ راضی ہو گئے۔ دن اور وقت مقرر ہوا۔ آپ بی بی خدیجہؓ کے مکان پر پہنچے چچا بھی ساتھ تھے۔ سادگی اور سلیقے سے نکاح ہوا۔ قریش کے بڑے بڑے سردار موجود تھے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ بھی شریک تھے۔

شادی کے وقت آپ کی عمر پچیس سال تھی اور بی بی خدیجہؓ کی چالیس سال۔ ان کی دو شادیاں پہلے بھی ہو چکی تھیں۔ دونوں شوہر مر چکے تھے۔

پیارے رسول ﷺ کے مدینے تشریف لے جانے (ہجرت) سے ۲۸ سال پہلے بی بی خدیجہؓ کا نکاح آپ سے ہوا۔ نبی ہونے کے بعد ۲۵ سال تک اس نیک بی بی نے آپ کے ساتھ وہ ساری تکلیفیں اور مصیبتیں جھیلیں، جو دین کے پھیلانے میں پیش آئیں۔ ایک ہمت والی سچی مسلمان عورت اور وفادار بیوی کی طرح ہر مشکل میں آپؐ کا ساتھ دیا، ہر دکھ درد میں برابر کی حصے دار رہیں۔

نبی ہونے سے پہلے

آپ کی اچھی عادتوں کا مکے میں چرچا تھا۔ آپ ہمیشہ سچ بولتے تھے۔ لوگ اپنی امانت آپؐ کے پاس رکھ جاتے۔ آپ ان کی امانت جوں کی توں لوٹاتے۔ آپؐ نے کبھی شراب نہ پی۔ بتوں کی پوجا نہ کی۔ میلوں ٹھیلوں اور تہواروں میں نہ گئے۔ گئے تو بری باتوں کے پاس نہ پھٹکے۔ ابو میاں نے تھوڑی پونجی چھوڑی تھی۔ بکریاں چرائیں، تجارت کی، اپنی روزی محنت مشقت سے کمائی، خدا کا شکر ادا کیا۔

غار حرا میں عبادت

مکے کے قریب حرا نام کی ایک پہاڑی ہے۔ آپ گھر سے ستو پانی لیتے۔ اسی پہاڑی کے ایک غار میں چلے جاتے۔ کئی کئی دن وہاں رہتے۔ اللہ کی عبادت کرتے۔ پھر گھر آتے۔ ستو پانی لیتے اور لوٹ جاتے۔

نبی ہوتے ہیں

ایک دن اسی غار میں تھے اللہ نے اپنا فرشتہ بھیجا۔ اس فرشتے کا نام جبریلؑ ہے۔ فرشتے اللہ کی مخلوق ہیں۔ اس کا حکم بجالاتے ہیں۔ اسی کا حکم نبیوں تک پہنچاتے ہیں۔ جبریلؑ اللہ کا پیغام لائے۔ یہ پیغام کیا تھا۔ اللہ کا کلام۔ وہی ہمارا قرآن پاک جس کی بتائی ہوئی راہ پر ہم چلتے ہیں۔

رمضان کی ۱۷ رتاریخ تھی۔ انگریزی حساب سے ۶ راگست ۶۱۰ء آپ کی عمر اس وقت اکتالیس سال رہی ہوگی۔ پہلے وہ سورۃ اتری، جس کا پہلا لفظ اقرا ہے۔ اس کا نام سورۂ علق ہے۔

قرآن پاک سے دنیا نے روشنی پائی۔ سیدھا راستہ دیکھا اچھائی برائی کو پہچانا۔ دنیا کی پوری سدھار کا سامان ہوا۔ انسانوں کو زندگی بسر کرنے کا مکمل قانون ملا۔ آپؐ نبی ہو گئے۔ بھٹکوں کو راہ دکھلانے لگے۔ اندھیرے میں اجالا کر دیا۔ یہ اجالا گھر والوں کے لیے بھی تھا۔ باہر والوں کے لیے بھی۔ اپنے خاندان اپنے ہی ملک نہیں، ساری دنیا کے لیے۔ سب انسانوں کے لیے!!

نبی ہونے کے بعد

دین کی خاموش دعوت

تین سال لوگوں کو چپکے چپکے سمجھاتے رہے۔ گھر والوں کو سمجھایا، جن سے کچھ لگاؤ تھا، ان تک اللہ کا پیغام پہنچایا۔ جن کو دیکھا نیکی بھلائی کی کھوج میں ہیں، ان کو منزل کا نشان بتلایا۔ تھوڑے سے لوگ مسلمان ہوئے۔ پہاڑ کی کسی گھاٹی میں اکٹھا ہوتے، نماز پڑھتے، اللہ کی عبادت کرتے۔ دین کا چرچا کرتے۔ ایک بار کافروں نے دیکھ لیا، بہت بگڑے۔ برا بھلا کہا۔ اب ارقم

کے مکان میں اجتماع ہونے لگا وہیں نماز پڑھتے۔ دین کی باتیں کرتے۔ یہ مکان صفا پہاڑ کی تلی میں ہے۔

آپؐ لوگوں کو سمجھاتے رہے۔ الگ الگ ایک ایک سے ملتے۔ کہتے، عبادت کے لائق اللہ کی ذات ہے۔ دل سے اس کو مانو۔ زبان سے اس کے مالک ہونے کا اقرار کرو۔ کافر ہر گھڑی اسی فکر میں رہتے مسلمانوں کو کیسے ستائیں۔ بہت دکھ دیتے۔ پھر بھی جی نہ بھرتا۔ دین چپکے چپکے پھیلتا رہا۔ کام آگے بڑھتا گیا۔ مسلمان چالیس ہو گئے۔ ان میں آخری حضرت عمرؓ تھے۔

پہلے مسلمان ہونے والے

اللہ کا پیغام پہنچانا آسان نہ تھا، مسلمان ہونا بھی کافروں کی دشمنی مول لینا تھا۔ مکہ بت پرستوں کا گڑھ تھا۔ کعبے کے مجاوروں اور بتوں کے نگہبانوں کا مرکز۔ سارا عرب ان کی عزت کرتا تھا۔ ان کو بڑا مانتا تھا۔ پیارے رسولؐ نے ان لوگوں سے بات چیت کی۔ جن میں نیکی کا جذبہ پایا، جنھیں دیکھا سچائی کی تلاش میں ہیں، آپ کو سچا جانتے ہیں آپ کو اچھی طرح سمجھے ہوئے ہیں، ایسے کچھ لوگ مسلمان ہوئے۔ عورتوں میں سب سے پہلے بی بی خدیجہؓ، مردوں میں حضرت ابوبکرؓ، بچوں میں حضرت علیؓ اور غلاموں میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ!!!

حق کی پکار کوہِ صفا پر

اللہ کا حکم آیا۔ دین کا کام اب تک خاموشی سے ہوا۔ اس کو لوگوں تک کھلم کھلا پہنچائیے۔ اپنے خاندان والوں کی اصلاح کیجیے۔ ان کو آنے والے دن سے ڈرائیے۔ آپ کوہِ صفا پر چڑھ گئے۔ وہاں سے آواز دی۔ اے آلِ غالب! لوگ دوڑ پڑے۔ پوچھا کیا ہے؟ آپ نے ہم کو کیوں آواز دی؟ آپ نے کہا۔ تم لوگ مجھے سچا سمجھتے ہو یا جھوٹا۔ سب ایک زبان ہو کر پکارے۔ آپ سچے ہیں امانت دار ہیں۔ ہم آپ کو صادق اور امین کہتے ہیں۔ آپ نے کہا ''دیکھو میں بلندی پر ہوں، دوسری جانب دیکھتا ہوں تم پہاڑ کی تلی میں ہو۔ تم کو دوسری جانب کی خبر نہیں۔ اگر میں تم سے کہوں کہ ایک فوج گراں پشتِ کوہِ صفا پر تمھاری تاک میں ہے۔ تم باور کرو گے؟''
سب ایک ساتھ بولے، ہاں کیوں نہیں۔ ضرور، ضرور، تم سچے ہو، تم کبھی جھوٹ نہیں بولے۔ آپ

نے کہا۔ ”تو پھر میں ہی تم کو یہ بھی خبر دیتا ہوں کہ آنے والے سخت عذاب سے ڈرو۔ مرنے کے بعد پوچھ گچھ ہوگی۔ میں تمھیں دنیا میں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ مرنے کے بعد کوئی حصہ نہیں دلا سکتا۔ مرنے کے بعد اور اس زندگی میں چھٹکارے کی راہ ایک ہی ہے۔ کہو، اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس کے بندے اور رسول ہیں۔“

—یہ پکار تھی یا بجلی کی کڑک، جس سے عرب کی ساری زمین ہل گئی:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوتِ ہادی — عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی — اک آواز میں سوتی بستی جگا دی

پڑا ہر طرف غل یہ پیغامِ حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نامِ حق سے

ابولہب بہت خفا ہوا۔ بولا تم نے اسی لیے ہم کو پکارا تھا۔ پھر آپ بازار میں لوگوں کو حق کی دعوت دیتے تو وہ بدبخت پیچھے پیچھے چلتا۔ آپ پر پتھراؤ کرتا۔ اتنا پتھراؤ کہ آپؐ کی مبارک ایڑیاں زخمی ہو جاتیں۔

مخالف پروپیگنڈہ

مغیرہ کا بیٹا ولید قریش کا ایک کافر سردار تھا۔ ایک دن لوگ اس کو گھیرے بیٹھے تھے۔ اس نے کہا۔ بھائیو! حج کا موسم آ رہا ہے۔ عرب کے ہر حصے سے لوگ یہاں آئیں گے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو تم جانتے ہی ہو، یہ ان میں جائیں گے اور اپنا دین پھیلائیں گے۔ ایک بات طے کر لو۔ ان کو جھٹلانے کے لیے۔ سب مل کر وہی ایک بات کہو۔ ایسا نہیں کہ کوئی کچھ کہے، کوئی کچھ اور، ان کو جھوٹا ثابت کرنے کے بجائے تم خود جھوٹے بن جاؤ۔ لوگوں نے کہا۔ اے ولید تم ہی بتلاؤ۔ اس نے کہا نہیں یہ نہیں۔ پہلے تم لوگ کوئی بات طے کرو۔ میں سننے کے بعد رائے دوں گا۔

ایک نے کہا۔ ہم کہیں گے یہ ”کاہن“ ہیں، جیسے پیشہ ور لوگ ہوتے ہیں۔ لوگوں کی تقدیر اناپ شناپ بتلاتے ہیں۔ پیسے لیتے ہیں۔ ولید نے کہا یہ بات جمے گی نہیں۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے وہ من مناتے ہیں۔ ان کے جملے پہلو دار اور ٹکرے ٹکرے ہوتے ہیں۔ ان کی بات کا وہ ڈھنگ نہیں۔ دوسرا بولا ہم کہیں گے ان کا دماغ خراب ہے (توبہ توبہ) مجنوں ہیں۔ ان کی بات پر دھیان نہ دو۔ ولید نے کہا۔ ان کے کلام کو دیوانوں کی بڑ ثابت کرنا مشکل ہے۔ یہ

بات بھی جھوٹی پڑ جائے گی۔ تیسرے نے کہا کہ اچھا تو پھر ہم کہیں گے یہ شاعر ہیں۔ شاعروں کا کیا ٹھکانا۔ ولید نے اس رائے سے بھی اختلاف کیا۔ چوتھا بولا، اچھا تو ہم کہیں گے۔ یہ جادوگر ہیں۔ ان کی بات میں نہ آؤ۔ ولید نے کہا، یہ بھی غلط۔ وہ جھاڑ پھونک گنڈا تعویذ کب کرتے ہیں سب اکتا کر ایک ساتھ بولے۔ تو پھر آپ ہی بتلایئے۔ ہماری تو عقل کام نہیں کرتی۔ ولید نے کہا۔ خدا کی قسم ان کے کلام میں عجیب شیرینی ہے۔ ان کا کلام ایک ایسے تناور درخت کے مانند ہے، جس کی جڑیں زمین میں دور دور تک پھیلی ہوں اور جس کی شاخیں ثمر دار ہوں، ان کے سامنے تمھاری ایک نہ چلے گی۔ میری سمجھ میں تو آتا ہے کہ تم لوگ کہو یہ جادوگر ہیں۔ اپنی باتوں سے میاں بیوی میں پھوٹ ڈالتے ہیں۔ باپ بیٹے میں نفاق پیدا کر دیتے ہیں۔ عزیز رشتے داروں کو ایک دوسرے سے جدا کر دیتے ہیں۔ یہ طے ہو گیا۔ حج کے موسم میں یہ لوگ ہر ایک سے یہی کہتے پھرتے۔ مگر حق کی راہ کون روک سکا ہے۔ نتیجہ الٹا ہو رہا تھا۔

سدھارنے آئے سدھر گئے

آپ کے ایک دوست ضماد بن ثعلبہ تھے۔ نبی ہونے سے پہلے بھی ان سے بڑی دوستی تھی ان سے لوگوں نے کہا۔ تمھارے دوست کو جنون ہو گیا ہے۔ ان کی خبر لو۔ وہ کچھ جھاڑ پھونک کرتے تھے۔ آپ کے پاس آئے بولے۔ تمھیں کیا ہو گیا ہے کہو تو پھونک ڈال دوں۔ آپ نے جواب میں کہا:

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ نَحْمَدُہٗ وَ نَسْتَعِیْنُہٗ مَنْ یَّھْدِہِ اللّٰہُ فَلاَ مُضِلَّ لَہٗ وَ مَنْ یُّضْلِلْہُ فَلاَ ھَادِیَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنْ لَّآ اِلٰـہَ اِلَّا اللّٰہُ وَحْدَہٗ لاَ شَرِیْکَ لَہٗ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ.

اَمَّا بَعْدُ.

آگے کچھ کہنے ہی والے تھے کہ ضماد نے کہا۔ پھر تو پڑھیے۔ آپؐ نے تین بار یہی الفاظ دہرائے۔ وہ سنتے رہے۔ پھر بولے۔ میں نے کاہنوں کو دیکھا ہے۔ دیوانوں اور شاعروں سے بھی واسطہ پڑا ہے۔ اس طرح کے کلمات کسی سے نہیں سنے۔ تم تو سمندروں کی گہرائیوں تک پہنچ گئے۔ حقیقت کو پا چکے ہو۔ ہاتھ بڑھاؤ میں مسلمان ہوتا ہوں۔ آپ نے ہاتھ بڑھا دیا۔ ضماد بن ثعلبہ مسلمان ہو گئے۔

کیسے ناسمجھ تھے، حق کا مول تول کرنے آئے

اللہ کا دین آہستہ آہستہ پھیل رہا تھا۔ کافر پریشان تھے۔ کیا کریں۔ کیسے حق کی راہ روکیں۔ پیارے رسولؐ اکیلے ہیں۔ تھوڑے سے ساتھی ہیں۔ ان کے پاس کوئی دنیاوی طاقت نہیں۔ دیکھنے میں بے بس ہیں۔ مجبور ہیں پھر بھی ان کی بات ہے کہ دل میں اتر جاتی ہے۔ سب اپنے ہیں۔ ہماری کوئی سنتا نہیں۔ باپ دادا کا دین مٹ رہا ہے۔ لات وعزّیٰ کی خدائی خطرے میں ہے۔ چلو، ابو طالب کے پاس چلیں۔ دین تو ان کا بھی وہی ہے جو ہمارا ہے۔ ان بتوں کی عزت کا، خاندان کی آن بان کا کچھ نہ کچھ تو خیال ان کو بھی ہوگا۔ کچھ لوگ اکٹھا ہوئے۔ ساتھ مل کر ابو طالب کے پاس آئے۔ بولے بھتیجے کو روکیے۔ سارے خاندان کی عزت خاک میں مل رہی ہے۔ ہمارے آپ کے معبود جھٹلائے جا رہے ہیں۔ آپ کے بھتیجے کا کہنا ہے کہ ہم سب احمق ہیں، نادان ہیں۔ لات وعزّیٰ کی پوجا کرتے ہیں۔ عبادت کے لائق صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ لات ومنات کا واسطہ ان کو سمجھائیے۔ اب پانی سر سے اونچا ہو رہا ہے۔ ابو طالب نے کسی طرح ان سے پیچھا چھڑایا۔ بھتیجے سے کچھ نہ کہا۔ پیارے رسول اپنا کام کرتے رہے۔ دین پھیلتا رہا۔

....مخالفین پھر آئے۔ بہت کہا سنا۔ اب کے دھمکی بھی تھی۔ جان کا خوف دلا گئے۔ ابو طالب سوچ میں پڑ گئے۔ اب کیا کریں۔ بھتیجے کو بلایا پاس بٹھایا۔ پھر بولے۔ بیٹا مجھ پر اتنا بوجھ نہ ڈالو کہ سہار مشکل ہو جائے۔

پیارے نبیؐ سمجھے، چچا ساتھ چھوڑ رہے ہیں۔ یہ کام تو اللہ کا تھا۔ اس کے بھروسے پر ہو رہا تھا۔ بولے چچا جان۔ یہ لوگ میرے ایک ہاتھ میں سورج اور دوسرے میں چاند لا کر رکھ دیں تب بھی اس کام سے باز نہ آؤں گا۔ یا تو اللہ اپنے دین کو غالب کرے گا یا میں اسی راہ میں مر کھپ جاؤں گا۔ یہ کہہ رہے تھے اور آپ کی آنکھوں میں آنسوں جاری تھے۔ پھر اٹھے اور باہر جانے لگے۔ چچا نے روکا۔ واپس بلایا۔ کہا بھتیجے جاؤ اپنا کام جاری رکھو۔ ابو طالب تمھیں ان ظالموں کے چنگل میں نہ دے گا۔ بڑی کش مکش میں تھے۔ پالنے پوسنے کی لاج، انسانیت کا تقاضا اور پیارے نبیؐ کی زندگی، جس کا ہر پہلو ان کے سامنے تھا۔ جو جادو کی طرح ان کے دل و دماغ پر چھا گئی تھی۔

.....وہ لوگ پھر آئے۔ اب کی اپنے ساتھ ولید کے بیٹے عمارہ کو بھی لیتے آئے اور ابو طالب سے کہا۔ دیکھیے یہ عمارہ ہے ولید کا بیٹا خوب صورت نوجوان۔ آپ اس کو اپنا بیٹا بنا لیجیے اور اپنے بھتیجے کو ہمارے سپرد کردیجیے۔ وہ ہمارے اور آپ کے دین کو جھٹلاتا ہے۔ باپ دادا جس راہ پر چلتے رہے ہیں، اس سے قریش ہی نہیں سارے عرب، ساری دنیا، سب انسانوں کو پھیرنے کی دھن میں ہے۔ بیٹے کے بدلے بیٹا لو۔ جھگڑا پاک کرو۔ ابو طالب کا چہرہ سرخ ہوگیا۔ غصے میں بولے۔ عمارہ کو لے لوں، کھلا پلا کر موٹا کروں اور اپنا پیارا بیٹا تم کو دے دوں تاکہ تم اس کو قتل کر ڈالو۔ اچھے آئے کہیں کے۔ جاؤ جو تم سے بنے کرو۔ میں ان چالوں میں آنے والا نہیں۔

اب کیا تھا، کافروں کے غصے کا پارہ چڑھ گیا۔ ظلم وستم کی چکی چل پڑی۔ ہر قبیلہ اس پر تل گیا کہ اس میں جو لوگ مسلمان ہوئے ہیں ان کو پیس کر رکھ دیا جائے۔ صرف بنی ہاشم نے اپنے سردار ابو طالب کا ساتھ دیا۔

حق کی راہ میں دکھ جھیلنے والے

بلالؓ

ان کو کون نہیں جانتا۔ پیارے نبیؐ کے مؤذّن۔ رہتی دنیا تک اذان کی پکار گونجے گی۔ رہتی دنیا تک ان کا نام رہے گا۔

یہ تھے آزمائش کی بھٹی میں تپ کر کھرا سونا ثابت ہونے والے۔ ان کا مالک دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں ان کو عرب کی گرم ریت پر لٹا دیتا۔ سینے پر بہت بھاری پتھر رکھ دیتا اور کہتا۔ محمدؐ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی برائی کرو۔ اللہ کی عبادت سے انکار کرو یا پھر سمجھ لو اس بھاری بوجھ، اس تپتی ہوئی ریت پر تمھاری جان نکل جائے گی۔ ہم تمھیں زندہ نہ چھوڑیں گے۔ اس کرب و اذیت کے عالم میں بھی عزم و یقین کے اس جاں باز مجاہد کی زبان سے نکلتا اَحَدٌ اَحَدٌ ’’اللہ ایک ہے اللہ ایک ہے۔‘‘

عمارؓ

ان کو ہی نہیں، ان کے ماں باپ کو بھی ظالم میدان میں گھسیٹ لے جاتے۔ پھر گرم ریت پر طرح طرح سے ستاتے۔ بڑی اذیت پہنچاتے۔ مگر ان کا یقین، ان کا ایمان کسی آزمائش کو

خیال میں نہ لاتا۔ ایک دن پیارے رسولؐ ادھر سے گزرے، ماں باپ اور بیٹے کو دیکھا، اپنے ایمان کی قیمت ادا کر رہے ہیں۔ دین کی راہ میں بہادری سے ظلم وستم کا مقابلہ کر رہے ہیں۔ عمار کے والد کا نام یاسر تھا ـــ آپ نے فرمایا۔ ''اے آلِ یاسر! صابر و شاکر رہو۔ تمھارا مقام جنت ہے۔''

یاسر یہ ستم سہتے سہتے جنت کو سدھارے، ان کی بیوی سمیہ کو ابو جہل نے بھالا مار کر شہید کر ڈالا۔ ماں باپ کی شہادت بھی عمار کو راہِ حق سے نہ پھیر سکی۔

خبابؓ

ان کے کپڑے اتار کر انھیں انگاروں پر لٹا دیتے۔ اوپر سے جلتا ہوا پتھر رکھ دیتے اور ان کو دبائے رہتے کہ اٹھنے نہ پائیں، یہاں تک کہ دہکتے ہوئے انگارے ٹھنڈے پڑ جاتے۔

......مگر دہکتے ہوئے انگاروں کی گرمی اس گرمی سے شکست کھا گئی جو خدا اور اس کے رسول پر ایمان نے اس کے دل میں پیدا کر دی تھی۔ کافروں کی بھڑکائی ہوئی آگ بجھ گئی۔ ایمان کا شعلہ روشن رہا۔ اسے کوئی نہ افسردہ کر سکا۔

صہیبؓ

روم کے رہنے والے تھے۔ مکے میں آ بسے تھے۔ تلوار کی تجارت کرتے تھے۔ بڑا پیسہ تھا ان کے پاس۔ مدینے جانے لگے تو کافروں نے کہا۔ حق عزیز ہے۔ اللہ اور اس کے رسول کی محبت کا دم بھرتے ہو۔ یہ دولت تو ہمارے درمیان کمائی ہے۔ اسے چھوڑ جاؤ تو جاؤ۔ صہیب مسکرائے۔ احمقو! یہ دولت، اس کی کیا حقیقت ہے۔ یہ حق کا مول ہو سکتی ہے؟ بڑے نادان ہو۔ دینے والا کون تھا۔ رکھ لو اس کو اپنے پاس۔ میں جاتا ہوں۔ اس کی پروا کس کو ہے۔ یہ ساری کائنات تو حق کا مول ہو نہیں سکتی۔ یہ چند ٹھیکرے کیا چیز ہے۔

لبینہؓ

حضرت عمرؓ کی لونڈی تھیں۔ آپ مسلمان نہ ہوئے تھے۔ ان کو مارتے، بہت مارتے، تھک جاتے تو رکتے اور کہتے تجھ پر ترس نہیں کھا رہا ہوں۔ تھک گیا ہوں۔ وہ جواب دیتیں۔ مسلمان ہو جاؤ نہیں تو اللہ تم کو اسی طرح عذاب میں ڈالے گا۔ اس فداکار خاتون کے صبر و استقلال نے بھی وہ نرمی پیدا کی ہوگی، جس کے سبب بعد میں فاروق اعظم کے دل سے ایمان کا سرچشمہ پھوٹ نکلا۔

پیارے رسولؐ بھی

ظلم و ستم ساتھیوں ہی پر نہ تھے۔ پیارے رسولؐ بھی ستائے جاتے تھے اور بری طرح ستائے جاتے تھے۔ کبھی گلے میں پھندا ڈالا گیا۔ ابوبکر صدیقؓ نے آ کے چھڑایا۔ کبھی سر پر پوری اوجھ لاکر ڈال دی گئی۔ پیارے رسولؐ کا سر سجدے میں تھا اور ظالم قہقہے لگا رہے تھے۔
آخر کار آپ کی چہیتی بیٹی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کو خبر ہوئی وہ دوڑی ہوئیں آئیں اور آپ کے سر سے اوجھ ہٹا کر الگ پھینکی۔ ہنسنے والوں کے لیے رونے کا دن بھی آیا۔ صبر و رضا کا یہ مجسمہ اپنی جگہ قائم رہا۔ کام ہوتا رہا۔ دین پھیلتا گیا!!

پھر بہکانے آئے

باطل کی جانب سے سودے بازی کی ایک اور کوشش

دین پھیل رہا تھا۔ تیزی سے، ہر رکاوٹ سے نبٹتا، ہر پتھر کو ہٹاتا، جیسے پہاڑی چشمہ چٹانوں کو کاٹتا، سنگ ریزوں کو ہموار کرتا اپنی راہ بناتا بہتا چلا جاتا ہے۔ کافر بوکھلائے ہوئے تھے۔ ان کی مت ماری ہوئی تھی۔ جو تدبیر سوچتے الٹی پڑتی، ستا کر ہار گئے۔ چال بازیوں نے کام نہ دیا۔ پہلے پیارے نبیؐ سے قریبی لوگ نئے دین میں داخل ہو رہے تھے۔ لاچار محتاج لونڈی غلام اور نرم دل آدمیوں نے اس پکار کی جانب قدم بڑھایا مگر اب — اب تو حمزہ جیسے دلاور ساتھ چھوڑ رہے تھے۔ پتھر پسیج گئے۔ چٹانوں میں چشمہ ابل پڑا۔
— پھر اکٹھا ہوئے اور سب مل کر آپ کے پاس آئے۔ عتبہ نامی ایک کافر آگے آگے تھا۔ آتے ہی بولا۔ بڑی لجاجت اور نرمی سے بہت خوشامد کے انداز میں۔ میری سنو گے۔ میں تم سے کچھ کہنے آیا ہوں۔ مان جاؤ تو بڑا اچھا ہے۔ آپؐ نے جواب دیا۔ کہو ابوالولید میں سننے کو تیار ہوں۔ اس نے کہا یہ سب جو تم کرتے ہو، یہی ہمارے معبودوں کی برائی نیا دین پھیلانے کے لیے دوڑ دھوپ۔ اگر تم یہ سب روپے پیسے سونے چاندی کے لیے کرتے ہو تو بے کار پریشان ہوتے ہو۔ لات و عزیٰ کی برائی چھوڑ دو۔ باپ دادا کے دین کے خلاف کچھ نہ کہو۔ ہم دولت کا ڈھیر تمھارے قدموں میں لا کر رکھ دیتے ہیں۔ اتنی دولت کہ مکے میں کوئی امیر سے امیر آدمی تمھاری برابری نہ کر سکے۔
دولت نہیں چاہتے۔ سردار بننے کی فکر ہے تو اس کے لیے بھی ہم سب راضی اور آمادہ

ہیں۔ آج سے تم ہمارے سردار ہی نہیں، بلکہ بادشاہ مگر شرط وہی ہے۔ اپنا کام بند کردو۔ لوگوں سے نہ کہو کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں۔

یہ بھی نہیں۔ کسی خوب صورت چاند جیسا حسن و جمال رکھنے والی عورت سے شادی کرنا چاہتے ہو تو ہم کو یہ بھی منظور ہے۔ ہم یہ بھی کردیں گے۔ مگر ہمارے معبودوں کو برا نہ کہو۔

آپ سنتے رہے جب وہ چپ ہوا تو آپ نے حٰم سجدہ کی آیتیں پڑھنی شروع کیں۔ اس نے اپنے دونوں ہاتھ پیٹھ کے پیچھے زمین پر ٹیک دیئے اور محویت کے عالم میں سنتا رہا۔ آپ سجدے کے مقام پر پہنچے سجدہ کیا پھر اس کی طرف دیکھا اور بولے۔ تم نے سنا۔ یہ تمھاری بات کا جواب ہے۔

عتبہ وہاں سے اٹھا اور ساتھیوں کی جانب چلا۔ اس کے چہرے کا رنگ بدلا ہوا تھا۔ کافروں نے دیکھا۔ آپس میں کہنے لگے۔ وہ تو آرہا ہے لیکن اس کا چہرہ کچھ اور کہہ رہا ہے۔ قریب پہنچا تو ہر طرف سے آوازیں بلند ہوئیں۔ کہو کیا خبر لائے۔ جواب ملا خبر یہ ہے کہ آج جو کلام میں نے سنا ہے۔ ایسا کلام میں نے کبھی نہیں سنا۔ نہ وہ شعر ہے نہ جادو اور نہ کاہنوں کی بڑ۔ میری مانو تو اس شخص کو اس کے حال پر چھوڑ دو۔ اس کو غلبہ ہوا تو تمھارا کیا بگڑے گا۔ آخر تم ہی میں سے ایک تو وہ بھی ہے۔ اس کی عزت تمھاری عزت ہے۔ شکست ہوئی تو تمھارا کام بن آیا۔ یہی تو تم چاہتے ہو۔ میری تو یہی رائے ہے ویسے تمھاری مرضی جو جی میں آئے کرو۔

باطل کی صفوں میں رخنہ پیدا ہو رہا تھا۔ پیروں کے نیچے سے زمین نکل رہی تھی۔ پیارے نبیؐ نے اپنا کام جاری رکھا۔ حق کی آواز مکے کی پہاڑیوں میں گونجتی رہی۔ کوئی اسے دبا نہ سکا۔ دین پھیلتا رہا۔

حق کے لیے وطن بھی چھوڑا

حبش کی پہلی ہجرت

عرب سے ملا ہوا حبش کا ملک ہے۔ وہاں کے بادشاہ کو نجاشی کہتے تھے۔ وہ بہت بھلا آدمی تھا۔ کسی پر ظلم نہ ہونے دیتا۔ اپنے پرائے کے ساتھ اچھا برتاؤ کرتا پیارے نبیؐ نے ساتھیوں سے کہا۔ چچا کی وجہ سے اور بنی ہاشم کے ڈر سے یہ لوگ مجھ پر حملہ کرنے کی ہمت نہیں کرتے۔ تم

لوگوں کو بڑی اذیّت دیتے ہیں۔ تم حبش چلے جاؤ۔ اطمینان ہوگا تو پھر آجانا۔ وہاں اللہ کی عبادت کرسکو گے۔ اس کے بتائے ہوئے ڈھنگ پر زندگی توبسر ہوگی۔

۶۱۵ء میں آپ کے نبیؐ ہونے کے پانچویں سال رجب کا مہینہ تھا یہ تھوڑے سے لوگ چھپتے چھپاتے حبش پہنچے۔ ان کے چلے جانے کی خبر پھیلی۔ کافروں کو بڑا اچنبھا ہوا۔ دین کے لیے گھر بار چھوڑ دیا۔ یہ کیسے لوگ ہیں۔ ان کا دین کیسا ہے۔ کافروں نے سمندر کے کنارے تک پیچھا کیا یہ لوگ جاچکے تھے کھسیا کر لوٹ آئے۔ حبش میں مسلمانوں کو ہر طرح کی آزادی تھی۔

حبش کی دُوسری ہجرت

جو لوگ حبش گئے تھے۔ کچھ دنوں بعد لوٹ آئے۔ ان کو خبر ملی۔ اب مکے میں امن ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے۔ لوگ کھلم کھلا نماز پڑھتے ہیں۔ کوئی روک ٹوک نہیں۔ یہاں آئے تو پہلے سے زیادہ مصیبت پڑی، کافروں نے پہلے سے زیادہ ستایا۔ کیا کرتے پیارے نبیؐ نے فرمایا جاؤ پھر حبش چلے جاؤ۔ دین پھیلاؤ، دین پر عمل کرو۔ مکہ اب رہنے کی جگہ نہیں۔ پھر چلے۔ یہ سفر بہت تکلیف دہ تھا۔ قدم قدم پر کافروں کے ظلم وستم کا سامنا تھا۔ کافروں کو نجاشی پر بھی بہت غصہ تھا۔ کچھ لوگ پیچھے پیچھے گئے۔ نجاشی سے ملے۔ مسلمانوں کی برائی کی۔ اس نے کافروں اور مسلمانوں کو دربار میں بلایا۔ حضرت علیؓ کے بھائی حضرت جعفرؓ نے دربار میں تقریر کی۔ تقریر بہت اچھی تھی۔ بڑی زوردار اور پراثر تھی۔

انھوں نے اپنی تقریر میں بتلایا۔ دعوتِ اسلامی سے پہلے عرب کا کیا حال تھا، کیسی گندگیوں اور کن برائیوں میں وہاں کے لوگ مبتلا تھے۔ پھر اللہ نے ان کے درمیان رسول بھیجا۔ اس پاک نبی نے ان کو اللہ کا راستہ دکھلایا۔ بتوں کی پوجا چھڑائی۔ آپس میں میل ومحبت سے رہنا، سچ بولنا، دوسرے کا مال بے ایمانی سے نہ کھانا، مظلوم کی مدد کرنا، ظلم کا ہمت واستقلال سے مقابلہ کرنا، اللہ کے بھیجے ہوئے دین پر چلنا اور ایسی ہی بہت سی اچھی باتیں بتلائیں۔ ہماری کایا پلٹ گئی۔ ہم اندھیرے سے اجالے میں آگئے۔ سچائی اور بھلائی کو ہم نے دوپہر کے سورج کی طرح دیکھ لیا۔ جان لیا۔

ہمارا یہی قصور ہے، جس کے لیے ہمارے ملک اور شہر والوں نے خاندان اور گھر والوں نے ہم کو ستانا شروع کیا۔ ہم اپنے دین کی خاطر جس راہ کو ہم نے اپنے لیے ٹھیک سمجھا ہے

اس پر چلنے کے لیے گھر بار چھوڑنے پر راضی ہو گئے۔ یہاں چلے آئے تو اب یہ ہم کو یہاں بھی پناہ نہیں لینے دیتے۔

نجاشی پر اس تقریر کا بڑا اثر ہوا۔ وہ رونے لگا۔ اس نے مسلمانوں سے کہا۔ آپ لوگ میرے ملک میں اطمینان سے رہیے۔ آپ کو کوئی نہ ستائے گا۔ کافر اپنا سا منھ لے کر رہ گئے۔ مکے لوٹ آئے۔

بائی کاٹ

کافروں کو اس پر بڑا غصہ تھا۔ کم زور اور بے سہارا لوگ نجاشی کی پناہ میں پہنچ گئے۔ نیا دین پھیلتا جا رہا ہے۔ حمزہؓ و عمرؓ تک مسلمان ہو گئے، مسلمانوں کی تعداد برابر بڑھ رہی ہے۔ ان کی صفوں سے نکل نکل کر لوگ اللہ کے دین میں داخل ہوتے جا رہے ہیں۔ بنی ہاشم میں سے جو مسلمان ہو گئے ہیں وہ اور جو ابھی کافر ہیں وہ بھی کھلم کھلا محمد ﷺ کا ساتھ دے رہے ہیں، ان کی ایک نہیں چلتی۔ چچا باپ دادا کے دین پر ہے پھر بھی بھتیجے کے لیے سینہ سپر ہے۔ ان کا غصہ انتہا کو پہنچ گیا۔ بنی ہاشم کا بائی کاٹ کر دیا جائے۔ پورا بائی کاٹ نہ ان کو لڑکیاں دی جائیں اور نہ ان کی لڑکیاں لی جائیں۔ ان کے ساتھ خرید و فروخت، اٹھنا، بیٹھنا، کھانا، پینا سب بند، بالکل بند، ایک معاہدہ لکھا گیا، کعبے کے دروازے پر لٹکا دیا گیا۔

بنی ہاشم ایک گھاٹی میں قید تھے۔ اس کا نام شعبِ ابو طالب ہے یعنی ابو طالب کی گھاٹی۔ غلّہ بند، پانی بند، ضرورت کی ساری چیزیں بند، چھوٹے چھوٹے بچے بھوک سے بلکتے، پتّیاں اور جڑی بوٹیاں کھا کر دن کاٹتے۔ ہفتے اور مہینے اسی حال میں گزرتے رہے۔ پیارے رسولؐ اس حال میں بھی اپنے کام سے باز نہ آئے۔ بڑی کڑی آزمائش تھی، جس میں پورا خاندان گھرا ہوا تھا۔ مگر اپنی جگہ پر اٹل تھے۔ ان کو ایک ہی دھن تھی گھاٹی سے باہر آتے، دین پھیلاتے، لوگوں سے کہتے۔ پتھر کے ان بے بس بتوں کے سامنے سر نہ جھکاؤ۔ عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ میں اس کا بندہ اور رسول ہوں۔

دو سال سے زائد اس عالم میں گزر گئے۔ اس مدت میں عورتوں اور بچوں نے بوڑھوں اور جوانوں نے وہ مصیبتیں اٹھائیں کہ خدا کی پناہ۔ کافر سمجھتے تھے اس بائی کاٹ سے بنی ہاشم کی ہمت پست ہو جائے گی۔ وہ پیارے رسولؐ کا ساتھ چھوڑ دیں گے۔ آپ ان کا ساتھ چھوٹنے کے ڈر سے بتوں کی برائی سے باز آ جائیں گے۔ وہ پکار جس سے ان کے دل لرزتے تھے مکے کی

پہاڑیوں میں نہ گونجے گی۔ مگر یہ کچھ نہ ہوا۔ آپ نے اپنے کام کو ذرّہ برابر دھیما نہ کیا۔ رفتار بڑھتی ہی گئی۔ کام بڑھتا ہی رہا، دین پھیلتا ہی رہا۔

ظلم وزیادتی کے خلاف آواز

کافروں میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے، جن کا دل اندر سے پکارتا تھا یہ زیادتی اور ظلم ٹھیک نہیں۔ یہ بچوں کا بلکنا، بوڑھے مردوں اور عورتوں کا ایک گھونٹ پانی اور سوکھی کھجور کے لیے ترسنا اور اس پر قہقہے لگانا بڑی سنگ دلی ہے۔ اس ظلم کو ختم ہونا چاہیے۔ اس زیادتی کے خلاف آواز نہ اٹھانا بزدلی ہے۔ وہ اکٹھا ہوئے۔ پانچ آدمی تھے۔ رات کو انھوں نے طے کیا۔ کل بات چیت ہو۔ اس ظالمانہ معاہدے کے ٹکڑے اڑا دیے جائیں، جو کعبے پر لٹک رہا ہے۔ بائی کاٹ ختم ہو۔ صبح ہوئی کعبے میں کافر اکٹھا تھے۔ ان میں سے ایک نے گفتگو شروع کی۔ ہم کھاتے پیتے ہیں۔ ہمارے بچے اور عورتیں آرام سے سوتے ہیں اور بنی ہاشم پر فاقے گزر رہے ہیں۔ ابوجہل بیچ میں بول اٹھا تم ہی بنی ہاشم کی طرف داری کرنے آئے ہو۔ دوسرے نے کہا یہ ٹھیک کہتے ہیں۔ یہ ظلم اب برداشت نہ کیا جائے گا۔ تیسرے، چوتھے اور پانچویں نے بھی ساتھ دیا۔ اس مجمع میں اور بھی لوگ تھے، جن کا دل اندر سے آواز دیتا تھا کہ یہ زیادتی ہے۔ اس کو ختم ہونا چاہیے۔ پیارے رسولؐ کی سچائی، نیکی اور دکھ مصیبت کی پروا کیے بغیر اللہ کی بڑائی بیان کرتے رہنے اور دین پھیلانے سے ذرا بھی نہ ہچکنے کا ڈھنگ ایسا تھا کہ دشمن بھی اس کے اثر سے نہ بچ پاتے تھے۔ اب ہر طرف سے لوگ پکارنے لگے۔ معاہدے کو چاک کر ڈالو۔ بائی کاٹ ختم ہو۔ اللہ کی قدرت دیکھیے۔ کعبے کے دروازے کی طرف لوگ بڑھے تو دیکھتے ہیں سارا کاغذ دیمک چاٹ گئی۔ صرف اللہ کا نام باقی ہے۔ جو جھوٹ تھا مٹ گیا، جو سچ تھا باقی رہا۔

بائی کاٹ ختم

دو سال سے زیادہ زمانہ شعب ابوطالب میں قید رہ کر گزارنے کے بعد بنی ہاشم کو کھلی ہوئی فضا میں سانس لینے کی مہلت ملی۔ بائی کاٹ ختم ہوا۔

ابوطالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

بائی کاٹ ختم ہو گیا لیکن ابھی پیارے رسولؐ کو دین کی راہ میں بڑی بڑی مصیبتیں جھیلنی تھیں۔ ہجرت سے تین سال پہلے شوال کے مہینے ۶۲۰ء میں چچا ابوطالب بھی اس دنیا سے چل

بسے۔ وہ جب تک زندہ رہے کافروں کی ہمت نہ ہوئی کہ آپ پر ہاتھ ڈالیں۔ ان کے مرتے ہی ظالموں کے راستے سے یہ رکاوٹ بھی ہٹ گئی۔

انھوں نے مرتے وقت خاندان والوں کو بلایا۔ ان سے کہا، تم لوگ جب تک ان کا کہنا مانو گے بھلے رہو گے۔ تمھاری اچھائی اسی میں ہے کہ ان کے بتائے ہوئے راستے پر چلو۔ ان کا کہنا مانو۔ یہ اشارہ تھا پیارے رسول کی طرف۔ مرنے کے وقت چچا ابو طالب کی عمر ۸۰ سال تھی۔

چچا ابو طالب کی وفات کے کچھ ہی دن بعد بی بی خدیجہؓ کا بھی انتقال ہوگیا۔ وفات کے وقت ان کی عمر ۶۵ سال تھی۔ پیارے رسولؐ سے شادی کے بعد وہ ۲۴ سال ۶ ماہ زندہ رہیں۔

بی بی خدیجہؓ اور چچا ابو طالب جب تک زندہ رہے ہر مشکل گھڑی میں انھوں نے پیارے رسولؐ کا ساتھ دیا۔ حق کی حمایت کی۔ سچائی کے لیے دکھ جھیلا۔ خاندان والوں کی پروا نہ کی۔ کافروں سے نہ ڈرے ایک اللہ کا ڈر ان کے دل میں سمایا تھا۔ دنیا میں کسی سے نہ ڈرتے تھے۔

بی بی خدیجہؓ ہر مشکل میں ساتھ تھیں۔ پیارے رسولؐ کو ڈھارس دیتیں، دین کے پھیلانے میں اپنی سمجھ کے مطابق آپ کو مشورہ دیتیں، جی جان سے اللہ کا حکم بجالانے اور اس کی مرضی دوسروں کو بتانے میں آپ کے ساتھ تھیں۔

ان دونوں کی وفات کے بعد تو آپ پر مصیبتوں کی بارش شروع ہوگئی۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ آپ نماز پڑھتے تو بدتمیز لوگ آپ کے سر پر مٹی ڈال دیتے یا جانور کی اوجھ اور اس طرح اپنے لیے دوزخ کی آگ کا انتظام کرتے اور احمق ایسے کہ ان حرکتوں پر خوش ہوتے۔

طائف میں

اللہ کا پیغام آپ کو پہنچانا ہی تھا۔ بھٹکے ہوؤں کو راہ پر لانے اور انسانوں کی زندگی سنوارنے کے لیے بھیجے ہی گئے تھے۔ اب مکّے کے درودیوار آپ کے دشمن ہو رہے تھے آپ کو اپنے جان کی فکر نہ تھی۔ اس کی حفاظت تو کرنے والا تو اللہ تھا، مصیبتوں اور پریشانیوں سے آپ ڈرنے والے نہ تھے، آپ کو اس بات کی فکر اور تمنا کہ کچھ لوگ ساتھ دینے والے مل جائیں تو میں اپنا کام کروں، لوگوں تک اللہ کا پیغام پہنچاؤں۔ بات کہنے کی آسانی پیدا ہو۔ برا بھلا کہنے اور پریشان کرنے سے کافروں کو کوئی روک سکے تو یہ لوگ دیکھیں اور سمجھیں اور سیدھا راستہ ان کو نظر آئے۔

مکے کے جنوب مشرق میں کوئی ۵۰ میل کے فاصلے پر ایک شہر ہے، اس کا نام طائف ہے۔ گرمیوں کے زمانے میں لوگ یہاں سیر کو جایا کرتے تھے، جیسے ہمارے یہاں نینی تال اور مسوری جاتے ہیں۔ بڑا سرسبز اور شاداب مقام ہے۔ امیروں کی بستی تھی۔ پیارے رسولؐ نے سوچا۔ وہاں جاؤں کوئی بھلا آدمی میری بات سن لے اور ساتھ دینے پر راضی ہو جائے تو اللہ کا پیغام پہنچانے میں آسانی ہوگی۔ طائف کو مرکز بنا کر کام جاری رکھا جائے گا۔ آپ وہاں تشریف لے گئے۔ انھوں نے آپ کی باتوں پر کان دھرنے کے بہ جائے آپ کا مذاق اڑایا۔ بُرے بچوں اور بدتمیز لوگوں کو آپؐ کے پیچھے لگا دیا۔ ان بدبختوں نے آپ کو بہت ستایا، ایک دیوار سے ٹیک لگا کر کھڑے ہو گئے۔ یہ دو آدمیوں کے مکان کی دیوار تھی، جو اصل میں مکّے کے رہنے والے تھے۔ وہ کافر تھے۔ آپؐ کی بات نہ مانتے تھے لیکن آپؐ کی نیکی کا سکّہ ان کے دِل پر جما ہوا تھا انھوں نے اس بیہودہ مجمع سے آپ کا پیچھا چھڑایا۔

پھر مکّہ واپس آئے

طائف کے لوگوں کا یہ برتاؤ دیکھا تو آپ پھر مکہ لوٹے۔ لیکن اب وہاں کافروں کی بن آئی تھی۔ چچا ابو طالب اور بی بی خدیجہؓ اس دنیا سے جا چکے تھے۔ کون تھا جو آپ کا ساتھ دیتا۔ دشمنوں کے مقابلے میں سینہ سپر ہوتا۔ مگر آپؐ نے ہمت نہ ہاری۔ اللہ کا پیغام تو ہر حال میں پہنچانا ہی تھا۔ دو چار آدمیوں کے پاس آپ نے کہلا بھیجا۔ اگر آپ مکہ آئیں تو وہ آپ کو پناہ دیں تا کہ آپ اپنے رب کا پیغام لوگوں تک پہنچائیں کوئی راضی نہ ہوتا تھا۔ مگر برے لوگوں میں بھی کچھ ایسے ہوتے ہیں کہ نیکی کا جذبہ ان کے دل میں راکھ کے ڈھیر میں چنگاری کی طرح دبا رہتا ہے۔ برائیوں میں گھرے رہے چنگاری بجھ گئی۔ اچھائی کی ہوا لگ گئی اور چنگاری بھڑک اٹھی۔

مطعم بن عدی کی پناہ میں

آپ کا پیغام مطعم بن عدی کے پاس پہنچا۔ اس نے کہا میں پناہ دینے کو تیار ہوں اور زرہ بکتر پہن کر تلوار لیے گھر سے باہر آئے۔ گھر کے دوسرے لوگ بھی ساتھ تھے۔ سب ہتھیار بند تھے۔ ان لوگوں کے ساتھ پیارے رسولؐ مکہ میں داخل ہوئے۔ ابو جہل بہت خفا ہوا۔ بگڑ کر مطعم سے پوچھنے لگا۔ مسلمان ہو گئے ہو یا ان کو صرف پناہ دی ہے۔ مطعم نے کہا، عربوں کے

قاعدے کے مطابق یہ میری پناہ میں ہیں۔ یہ وہی مطعم بن عدی تھا، جس نے بائی کاٹ کے خلاف آواز اٹھائی تھی۔

پیارے رسولؐ نے اپنا کام جاری رکھا۔ جو ملتا اس سے فرماتے ''عبادت کے لائق صرف اللہ کی ذات ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ بت اس قابل نہیں کہ انسان کی پیشانی ان کے سامنے جھکے۔ میں اللہ کا بندہ اور اس کا رسول ہوں۔''

انصار مسلمان ہوتے ہیں

حج کا موسم آتا تو مکے میں بڑی چہل پہل اور ہما ہمی ہو جاتی۔ سارے عرب کا میلہ سا لگ جاتا۔ دور دور سے لوگ آتے۔ طرح طرح کے کھیل تماشے، محفلیں اور جلسے ہوتے۔ ہر قبیلے کا الگ الگ مجمع ہوتا لوگ ایک دوسرے سے ملتے۔ باتیں کرتے، مقابلے اور تفریح کا سامان کیا جاتا۔ حج کے بعد بھی مکے کے آس پاس کے مقامات پر جو قافلوں کی راہ میں پڑتے کئی میلے لگتے تھے۔

اس زمانے میں آپؐ کا کام بڑھ جاتا تھا۔ آپؐ ہر مجمع میں جاتے، ہر قبیلے کے لوگوں سے ملتے۔ اپنی بات کہتے۔ سچی بات سب کے کانوں تک پہنچاتے۔ رسول تھے اپنا فرض ادا کرتے۔ اللہ کی بڑائی بیان کرتے۔ ویسے بھی جو باہر سے آتا مکے میں اس کو ایک ہی نئی بات معلوم ہوتی۔ بنی ہاشم میں ایک نوجوان ہے وہ کہتا ہے میں اللہ کا بندہ ہوں، اس کا رسول ہوں۔ اللہ ایک ہے۔ اس کا کوئی شریک نہیں۔ بتوں کی پوجا چھوڑ دو۔ یہ کوئی بات نہیں کہ باپ دادا غلط راہ پر چل پڑے ہوں تو تم بھی اسی راہ پر چلتے رہو۔ مرنے کے بعد پوچھ گچھ ہوگی۔ جو بھلائی کرے گا انعام پائے گا۔ جو برائی کرے گا دوزخ کی آگ میں جلے گا۔ ابو جہل اور ابو لہب کہتے پھرتے۔ ''دیکھو یارو! تم سے ایک شخص سے ملاقات ہوگی۔ وہ تمھارے پاس ضرور آئے گا۔ بتوں کو برا کہتا ہے، باپ دادا جس دین پر چلتے آئے ہیں، اس کو مٹانا چاہتا ہے، نیا دین پھیلانے کی دھن میں ہے، شاعر یا پھر مجنوں (توبہ توبہ) ہے۔ تم اس کی بات پر دھیان نہ دینا۔ ان باتوں کا اثر الٹا ہوتا۔ لوگوں کو فکر پیدا ہو جاتی۔ دیکھیں یہ کون آدمی ہے کیا کہتا ہے۔ سچائی کا معاملہ ایسا ہی ہے۔ دوست تو خیر اپنا حق ادا ہی کرتے ہیں۔ دشمن نقصان پہنچانا چاہتے ہیں۔ الٹا اس سے فائدہ پہنچتا ہے۔ ہمیشہ ایسا ہوا ہے۔ ہمیشہ ہوتا رہے گا۔ حق کا مزاج ایک ہے، ایک رہے گا۔

پیارے نبی (ﷺ) کا شہر

یثرب جس کو اب ہم مدینہ کہتے ہیں۔ پیارے رسولؐ یثرب تشریف لے گئے تو اس کو مدینۃ النبی "پیارے نبی کا شہر" کہا جانے لگا۔ پھر خالی مدینہ رہ گیا۔ اب ہم صرف مدینہ کہتے ہیں۔ مگر مطلب وہی ہوتا ہے مدینۃ النبی ﷺ "پیارے نبی کا شہر۔" مدینے میں اس وقت عربوں کے دو قبیلے آباد تھے۔ ایک کا نام اوس اور دوسرے کا نام خزرج۔ اس شہر میں یہودی بھی آباد تھے۔ جیسا کہ عرب کے اور قبیلوں کا حال تھا یہ دونوں قبیلے آپس میں لڑا کرتے۔ ابھی کچھ ہی دن ہوئے تھے کہ ان دونوں میں بڑی لڑائی ہوئی تھی اور دونوں طرف کے بہت سے آدمی مارے گئے تھے۔ یہ لوگ مسلمان ہوگئے۔ انھوں نے اللہ کا دین پھیلانے میں جی جان سے مدد کی۔ اس لیے ان کو انصار کہا جانے لگا۔ ہم ان کا ذکر اسی نام سے کریں گے۔

حج کے موسم میں سارے عرب سے لوگ آیا کرتے تھے۔ مدینے سے بھی آتے تھے۔ آپ ان کے پاس بھی گئے۔ اللہ نے ان کو ہدایت دی، کچھ لوگ مسلمان ہوگئے۔ مدینے میں یہودی آباد تھے ان کی کتابوں میں ایک آنے والے نبی کا تذکرہ تھا، یہ بات ان لوگوں کے کان میں پڑ چکی تھی۔ یہ لوگ گھر لوٹے تو یہودیوں سے آپ کی باتیں بتلائیں۔ بہت سے یہودی مسلمان ہوگئے۔

دوسرے سال یعنی نبوّت کے بارہویں سال ۶۲۱ء میں انصار میں سے بارہ آدمی آئے۔ مسلمانوں نے عہد کیا "کسی کو خدا کا شریک نہ بنائیں گے۔ چوری اور زنا سے باز رہیں گے۔ اپنی اولاد کو قتل نہ کریں گے کسی پر تہمت نہ لگائیں گے۔ پیارے رسولؐ کی کسی بھلائی میں نافرمانی نہ کریں گے۔"

مصعب بن عمیرؓ کا مدینہ جانا

آپ نے مصعب بن عمیرؓ کو قرآن کی تعلیم دینے کے لیے ان کے ساتھ بھیجا۔ ان کو سب لوگ وہاں "پڑھانے والا" کہتے تھے۔ وہ لوگوں کو قرآن پڑھاتے۔ دین کی باتیں بتلاتے۔ اللہ کے بتائے ہوئے طریقے پر خود رہتے۔ لوگ ان کو دیکھ کر اچھی باتیں سیکھتے، ویسا ہی کرتے۔ مصعب بن عمیرؓ کی باتیں سن کر سعد بن معاذ مسلمان ہوئے۔ ان کا شمار مدینے کے بڑے لوگوں میں تھا۔ ان کے مسلمان ہوتے ہی مدینے کے گھر گھر میں دین پھیل گیا۔ نہ کوئی مرد بچا نہ عورت،

جوان بوڑھے بچے سب ہی مسلمان ہو گئے۔ دین پھیلانے میں اسعد بن زرارہ نامی انصاری نے بڑا حصہ لیا۔ ان کی کوشش سے ہر گھر میں روشنی پہنچی۔ سب نے سیدھا راستہ پایا۔

انصار سے معاہدہ

دوسرے سال حج کے موسم میں مسلمان مدینے سے مکّے آئے۔ ان کے ساتھ وہ لوگ بھی تھے، جو ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ مسلمانوں نے آپ سے کہلا بھیجا کہ ہم تنہائی میں آپ سے ملنا چاہتے ہیں کچھ باتیں کرنی ہیں۔ اِس ملاقات کے لیے وہ جگہ طے ہوئی، جس کو ''عقبہ'' کہتے تھے۔ عیدالاضحیٰ کے دوسرے دن رات کے سنّاٹے میں ایک تہائی پہر گزرنے کے بعد دَبے پاؤں انصار کا گروہ گھاٹی میں عقبہ کے پاس اکٹھا ہوا۔ مرد اور عورت سب ہی تھے۔ پیارے رسولؐ کا انتظار ہونے لگا۔ وعدے کے مطابق آپ تشریف لائے۔ آپ کے ساتھ آپ کے چچا عبدالمطلب کے بیٹے عباس بھی تھے۔ وہ ابھی تک مسلمان نہیں ہوئے تھے۔ پھر بھی اس لیے آئے تھے کہ انصار سے جو بات چیت ہوتی ہے وہ بھروسے کے قابل ہے یا نہیں۔ ان ہی نے سب سے پہلے بات چیت شروع کی بولے۔ ''اے خزرج کے لوگو! تمھیں معلوم ہے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمارے کون ہیں۔ ہم ان لوگوں کے مقابلے میں ان کے لیے سینہ سپر رہے ہیں، جو ہماری قوم کے لوگ ہیں اور دین کے معاملے میں ہماری ان کی رائے بھی ایک ہے۔ ہم نے ان کے لیے مسلمان نہ ہونے کے باوجود نہ اپنی قوم کی پروا کی نہ اپنے دین کی۔ ہمارے شہر میں وہ عزّت کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ محفوظ ہیں۔ اس سب کے ہوتے ہوئے وہ اب تمھارے شہر جانا چاہتے ہیں۔ تم میں شامل ہونے پر ان کو اصرار ہے۔ میرا کہنا یہ ہے کہ اگر تم اپنا وعدہ پورا کرنے کا پکّا ارادہ رکھتے ہو۔ دشمنوں کے مقابلے میں ان کی حمایت کا دم خم تم میں ہو تو ان کو اپنے یہاں لے جاؤ اور اگر یہ ارادہ ہو کہ وہ جب ہمیں چھوڑ کر، اپنا شہر اور وطن چھوڑ کر تمھارے یہاں پہنچیں تو تم قریش کے دباؤ میں آ کر انھیں دشمنوں کے سپرد کر دو۔ تو اس سے یہ بہتر ہے کہ تم ابھی سے جواب دے دو۔ وہ ہمارے درمیان ہر طرح امن میں ہیں، آبرو اور عزّت سے ہیں۔''

مدینے کے لوگوں نے آپ کی طرف دیکھا۔ ایک نے کہا۔ ''اے رسول اللہ! ہم تو آپ کے منھ سے سننا چاہتے ہیں کہ آپ کو ہم سے کیا عہد لینا منظور ہے۔'' آپ نے اپنے قاعدے کے مطابق قرآن پاک کی چند آیتیں پڑھیں۔ اللہ کی عبادت اور اس کا حکم ماننے کی

رغبت دلائی۔ پھر بولے ''میں چاہتا ہوں تم مجھے اپنے بال بچوں اور گھر والوں کی طرح عزیز جانو۔ جو ان کے لیے کرتے ہو میرے لیے کرو۔ جتنی حفاظت ان کی ضروری سمجھتے ہو اتنی میری ضروری سمجھو۔'' انصار نے کہا۔ ''ہم اس کا عہد کرتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے ہم کو لڑنے مرنے میں عار نہیں۔ پھر آپ کے لیے دشمنوں سے میدان لینا، دین کی راہ میں سر دھڑ کی بازی لگانا تو ہمارا فرض ہے۔ ہم پیچھے نہ رہیں گے۔'' ایک نے کہا۔ ''اے اللہ کے رسول! ایک بات کا ہم اور اطمینان کرنا چاہتے ہیں۔ اب تک یہودیوں سے ہمارے تعلقات تھے آپ کی خاطر ہم ان سے کٹ رہے ہیں۔ کل اللہ اپنے دین کو غالب کر دے اور آپ سوچیں کہ ہم کو چھوڑ کر اپنے خاندان والوں سے آملیں۔'' آپ نے جواب دیا۔ ''میں تمھارا ہوں۔ تم میرے ہو۔ جس سے تمھاری جنگ اس سے میری جنگ۔ جس سے تمھاری صلح اس سے میری صلح۔'' پھر آپ نے ان میں بارہ آدمیوں کو چن لیا اور ان کے سپرد یہ کام کیا کہ اپنے اپنے قبیلے میں لوگوں کو دین کی باتیں بتلائیں۔ اللہ کے حکم پر چلنا سکھائیں۔ سب سے پہلے حضرت مصعب بن عمیرؓ تھے، جن کو پیارے رسولؐ نے سب سے پہلے یہ کام سپرد کیا تھا۔ اس کا حال ہم تم کو پہلے بتلا چکے ہیں۔

اِس کے بعد آپ نے ان لوگوں کو اجازت دی کہ اپنی قیام گاہ پر واپس جائیں اور آرام کریں۔

قریش کو رات کے اس واقعے کی کچھ سُن گن مل گئی تھی۔ ان میں کھلبلی مچ گئی۔ انصار کی قیام گاہ پر پہنچے۔ پوچھ گچھ کی۔ لڑائی کی دھمکی دی۔ کچھ پتہ نہ چلا۔ لوٹ آئے۔ جب انصار وہاں سے مدینے چلے تو ٹھیک ٹھیک بات معلوم ہوئی۔ اب کیا کرتے۔

اس کے بعد آپ نے مسلمانوں کو عام طور پر اجازت دے دی کہ مدینے چلے جائیں۔ انصار سے ان کا رشتہ بھائیوں کا رشتہ ہے۔ یہ رشتہ دین کا رشتہ ہے اور یہی اصلی رشتہ ہے۔ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ بہت سے مسلمان چلے گئے۔ کچھ مجبور اور بے سہارا تھے۔ جن کو کافروں نے جانے نہ دیا وہ رہ گئے۔

رات کی خاموشی میں انصار سے جس معاہدہ کا ذکر ہم نے اوپر کیا اور جس کی ہماری تاریخ میں بڑی اہمیت ہے۔ پیارے رسولؐ نے مکّے کے بہ جائے مدینے میں رہنا طے کیا۔ دین کے لیے کام کا مرکز بدل گیا۔ کافر مسلمان کو ستاتے تھے۔ ان کو ایک امن کی جگہ مل گئی۔ دین کا کام

کرنے والا ایک نیا گروہ پیدا ہو گیا۔ دین کے خلاف جھگڑنے والے ایک نئے گروہ یعنی یہودیوں سے واسطہ پڑا۔ آگے چل کر دین پھیلانے میں اس گروہ نے بڑی مشکلیں پیدا کیں۔ پھر بھی سچی بات یہ ہے کہ کام آگے بڑھتا جا رہا تھا۔ اب روشنی بہت دُور دُور پہنچ رہی تھی۔

پھونکوں سے یہ چراغ بجھایا نہ جائے گا

ان سب باتوں نے قریش کی نیند حرام کر دی۔ انھوں نے سمجھ لیا کہ اب مسلمان مجبوروں اور بے کسوں کا ایک گروہ نہیں، بلکہ عرب میں ایک مستقل طاقت بنتے جا رہے ہیں اور ایک دن آئے گا، جب یہ ہم سے میدان لیں گے۔ چناں چہ وہ ''دار الندوہ'' میں اکٹھا ہوئے۔ ''دار الندوہ'' ان کا کلب گھر تھا۔ وہیں اکٹھا ہوتے تھے۔ کوئی خاص بات ہوتی تو آپس میں مشورہ کرتے۔ اس ''کلب گھر'' میں جتنے بُرے مشورے ہوئے شاید ہی دنیا کی کسی مجلس میں کبھی ہوئے ہوں۔ سوچنے لگے کہ کیا کیا جائے اب تو یہ دریا کی طرح بڑھتے جا رہے ہیں۔ ایک دن تھا کہ ان کی سننے والا کوئی نہ تھا۔ صفا پہاڑ کی بلندی سے پہلی بار جب اس نئے دین کی پکار ہمارے کان میں پہنچی تھی تو ہم سمجھے تھے کہ یہ آواز پہاڑیوں سے ٹکرا کر رہ جائے گی اور اس کی گونج غاروں اور وادیوں میں گم ہو جائے گی۔ مگر آج ہم دیکھتے ہیں کہ آواز دلوں میں اترتی جا رہی ہے ہم کو آج ہی اس کا فیصلہ کرنا ہے۔ اس آواز کو کیسے بند کیا جائے۔ یہ پکار کیوں کر خاموش ہو (توبہ توبہ)، ان کے سر پر بوکھلاہٹ سوار تھی۔ ایک نے کہا۔ ہم انھیں قید کر دیں۔ ایک آدمی ہر وقت پہرہ دیتا رہے۔ پھر یہ کیا کریں گے۔ ایک بڈھا بولا مسخرو! اب تو ان کے بہت سے ساتھی ہو گئے ہیں۔ پھر ان کے خاندان والے بھی تو ہیں۔ آئیں گے تمھاری کوٹھری کے کواڑ توڑ ڈالیں گے۔ ان کو نکال لے جائیں گے۔ تم منھ دیکھتے رہ جاؤ گے۔ دوسرا بولا تو پھر ہم ان کو جلا وطن کر دیں گے۔ ان کا دین پھیلے یا کچھ بھی ہو۔ ہمارے یہاں سے تو قصہ پاک ہو گا۔ بوڑھے نے کہا۔ ''تم لوگ بڑے احمق ہو۔ تم کو معلوم ہے ان کی باتوں میں جادو کا اثر ہے ان کا دین جنگل کی طرح پھیلتا جا رہا ہے۔ تم انھیں جلا وطن کرو گے اور وہ سارے عرب کو اپنا ہم خیال بنانے کے بعد پھر اس شہر میں آئیں گے۔ وہ وقت ہم سب کے لیے بہت برا ہو گا۔'' اب ابو جہل کی باری تھی۔ یہ کم بخت پیارے رسولؐ کو ستانے اور اسلام کی مخالفت میں ہمیشہ پیش پیش رہا کرتا تھا۔ اس نے کہا۔ میں ایسی ترکیب بتلا دوں جو کبھی خطا نہ ہو، ہر قبیلے سے ایک ایک نوجوان ننگی تلوار ہاتھ میں لے۔ سب اکٹھا ہو کر ان

پر حملہ آور ہوں (توبہ توبہ)۔ آپ کو قتل کر دیں پھر ان کے خاندان والوں کی کیا ہمت اور طاقت ہوگی کہ بدلہ لے سکیں، کس کس سے لڑائی مول لیں گے۔ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا۔ ایک دن مقرر ہو گیا۔ اس ناپاک ارادے کے ساتھ ان کی مجلس برخاست ہوئی۔

ہجرت

آپ کو قریش کی اس سازش کی خبر ملی۔ ہجرت کے لیے اللہ کا حکم آ چکا تھا۔ آپ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے پاس تشریف لے گئے۔ ان کو بتلایا کہ مکہ چھوڑنے کی اجازت مل چکی ہے۔ انھوں نے بھی ساتھ چلنے کی خواہش کی۔ آپ نے ان کو اجازت دے دی۔ طے یہ ہوا کہ جس رات قریش کے نوجوانوں نے اپنے ناپاک ارادے کو عملی جامہ پہنانے کے لیے مقرر کیا ہے۔ اسی رات کو سفر شروع کیا جائے۔

دین کا چراغ بجھانے کی ذلیل تمنا دل میں لیے کافر موقعے کے انتظار میں دبکے کھڑے تھے۔ پیارے رسولؐ نے حضرت علیؓ کو ہدایت کی کہ آپ کے بستر پر آپ کی چادر اوڑھ کر سو رہیں۔ صبح اٹھ کر لوگوں کی امانتیں ان کو واپس کر کے تب مدینے کا قصد کریں۔ مکّے کے کافر آپ کے دشمن تھے۔ مگر آپ کی ایمان داری پر اتنا بھروسا تھا کہ جن چیزوں کو اپنے پاس رکھتے ڈرتے تھے، ان کو آپ کے پاس اطمینان سے رکھ جاتے تھے اور جوں کی توں واپس پاتے تھے۔ آپ کو گوارا نہ تھا کہ ان لوگوں کی چیزیں بھی ضائع ہوں یا ان کو ٹھیک سے واپس نہ ملیں، جو آپ کے خون کے پیاسے تھے۔ آپ نے لوگوں کو بتلایا کہ امانت کو اِدھر اُدھر کرنا بڑا گناہ ہے۔

گھر سے نکلے اور سیدھے حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے یہاں آئے۔ تھوڑا سامانِ سفر ساتھ کیا گیا۔ حضرتِ ابو بکرؓ نے ایک اونٹنی سفر کے لیے دینی چاہی۔ آپ نے کہا۔ قیمت لے لو۔ مفت نہ لوں گا۔ وہ مجبوراً راضی ہو گئے۔ وہاں سے چل کر ثور پہاڑ کے ایک غار میں پہنچے اس غار میں تین دن رہے۔ حضرت ابو بکرؓ کے صاحب زادے عبد اللہ دن بھر کافروں کی باتیں سنتے اور شام کو آپ لوگوں کو خبر دیتے کہ آپ کی گرفتاری اور تلاش کی یہ تیاریاں ہو رہی ہیں۔ ہوا یہ تھا کہ رات بھر کافر نوجوان آپ کے مکان کا پہرہ دیتے رہے۔ صبح کیا دیکھتے ہیں کہ پیارے رسولؐ کے بستر سے ان کے بہ جائے حضرت علیؓ اٹھ رہے ہیں۔ بہت کھسیائے، یہ کیا؟ ہم سب کو بڑا دھوکہ ہوا۔ لوگ ڈھونڈنے نکل پڑے۔ سو اونٹ انعام مقرر ہوا۔ کھلبلی مچ گئی۔ جو سوچا تھا کچھ نہ ہو سکا۔

عامر بن فہیرہ حضرت ابو بکرؓ کے غلام تھے۔ دن بھر بکریاں چراتے۔ شام کو ان کو غار کے منھ پر لے آتے۔ دودھ دوہ کر آپ دونوں کو دیتے۔ بکریوں کے آنے جانے سے حضرت عبداللہ کے پیروں کا نشان مٹ جاتا کسی کو پتہ نہ چلتا کہ یہاں تک بکریوں اور چرواہے کے علاوہ کوئی آیا تھا۔

تین دن کے بعد غار سے نکلے۔ دو اونٹنیاں موجود تھیں۔ ان پر سوار ہوئے۔ عبداللہ بن اریقط نامی ایک شخص جو راستوں سے بہ خوبی واقف تھا۔ آگے آگے تھا۔ عامر بن فہیرہ کو حضرت ابو بکر نے اپنے پیچھے بٹھلایا۔ راستے میں مدد ملے گی۔ غار میں تین دن ٹھہرے رہے۔ اس زمانے میں حضرت ابو بکرؓ کی صاحب زادی اسماء بھی آپ لوگوں کے لیے ناشتے کی تیاری اور بہم رسانی میں بڑی دلچسپی لیتی تھیں۔ اللہ کی راہ میں ہجرت کے لیے سب لوگ جن کو دین پیارا تھا یا جو نیکی بھلائی سے محبت رکھتے تھے جی جان سے اپنا حصہ ادا کر رہے تھے۔

پیارے رسولؐ یکم ربیع الاوّل کو مکے سے نکلے۔ چلتے وقت آپ نے دعا فرمائی۔ ''اے اللہ ان لوگوں نے مجھ کو اس شہر سے نکالا ہے جو مجھے سب شہروں سے زیادہ عزیز تھا۔ تو اب مجھے اس شہر میں آباد کر جو تجھے سب شہروں سے زیادہ پیارا ہو۔''

آپ ربیع الاوّل کو دوشنبہ کے دن ظہر کے وقت مدینہ پہنچے۔ اس وقت آپ کی عمر ۵۲ سال تھی۔ انگریزی تاریخ ۲۸ رجون ۶۲۲ء تھی۔ نبی ہونے کے بعد آپ مکّے میں ۱۳ سال مقیم رہے۔

دین کی دعوت مکے سے مدینے پہنچی۔ دعوت کا مرکز بدل گیا۔ اگر چہ دین کا مرکز کعبہ ہی رہا اور ہمیشہ رہے گا۔ مدینہ سے دین حق کی روشنی عرب ہی نہیں دنیا کے دور دور حصوں میں پہنچی۔ سینکڑوں قوموں اور بہت سے ملکوں نے اسلام کا اثر قبول کیا۔ بڑی بڑی باتیں ہوئیں۔ تم کو یہ سب حال آگے معلوم ہوگا۔

وہ پکار جو صفا پہاڑ پر بلند ہوئی تھی، جس کو کافر سمجھتے تھے پہاڑوں سے ٹکرا کر رہ جائے گی۔ ساری دنیا میں اس کی گونج سنائی دینے لگی، مدینے پہنچ کر اسلام ایک طاقت ایک مستقل تحریک اور اللہ کا آخری دین بنا۔

آپ کے مکے سے مدینے تشریف لے جانے کی تاریخ سے اسلامی سن کا حساب شروع ہوا۔ اس کو ہجری سن کہتے ہیں۔ آج کل ۱۴۲۷ھ ہے۔ یعنی آپ کے مکے سے مدینے تشریف لے جانے کے بعد اتنے سال گزر چکے ہیں۔ اسلامی مہینوں کی طرح اسلامی سنہ بھی الگ ہے وہ یہی ہجری سن ہے۔ ہم کو اپنی خط و کتابت میں اسلامی مہینہ اور یہی سنہ لکھنا چاہیے۔

تاریخ اور واقعات

۱- پیدائش ۵۷۱ء
۲- بی بی آمنہ کی وفات ۷۶-۵۷۵ء
۳- دادا عبدالمطلب کی وفات ۵۷۸ء
۴- فجاّر کی لڑائی ۵۸۵ء
۵- حلف الفضول ۵۸۵ء
۶- شام کا سفر ۵۹۵ء
۷- نکاح ۵۹۵ء
۸- نبی ہوتے ہیں ۱۷/ رمضان ۶/ اگست ۶۱۰ء
۹- حبش کی ہجرت ۶۱۵ء
۱۰- چچا ابوطالب کی وفات ۶۲۰ء
۱۱- حضرت خدیجہؓ کی وفات ۶۲۰ء
۱۲- انصار میں اسلام ۶۲۱ء
۱۳- ہجرت ۲۸/ جون ۶۲۲ء

اشخاص و کردار

۱- عبدالمطلب	آپ کے دادا جنھوں نے آپ کی پرورش کی۔
۲- ابوطالب	چچا اور دین پھیلانے میں آپ کے حامی و مددگار۔
۳- حضرت ابوبکر صدیقؓ	آپ کے دوست، مردوں میں سب سے پہلے مسلمان ہونے والے اور ہجرت میں آپ کے ساتھ سفر کرنے والے۔
۴- حضرت علیؓ	آپ کے چچازاد بھائی، بچوں میں پہلے مسلمان، ہجرت کی شب آپ کے بستر پر سوئے اور آپ کے پاس رکھی ہوئی امانت واپس کی۔
۵- حضرت زیدؓ	آپ کے غلام، ماں باپ کو چھوڑا اور آپ کو نہ چھوڑا۔
۶- بلالؓ، صہیبؓ، خبابؓ وغیرہ	اللہ کی راہ میں دکھ جھیلنے والے۔
۷- مطعم بن عدی	کافروں کے مقابلے میں آپ کو پناہ دینے والے، بائی کاٹ کے خلاف آواز اٹھانے والے۔
۸- مصعبؓ بن عمیر	مدینے میں دین کی تعلیم دینے کے لیے سب سے پہلے متعین کیے جانے والے۔
۹- اسعدؓ بن زرارہ انصاری	انھوں نے مدینے کے گھر گھر دین پھیلایا۔
۱۰- سعد بن معاذؓ	ان کے اثر سے بہت لوگ مسلمان ہوئے۔
۱۱- عبداللہ بن ابی بکرؓ	غارِ ثور میں خبریں پہنچاتے۔
۱۲- عامر بن فہیرہؓ	حضرت ابوبکرؓ کے خادم اور ہجرت کے ساتھی۔
۱۳- عبداللہؓ بن اُریقط	عرب کے راستوں سے واقف اور ہجرت میں آپ کے ساتھ۔